مردِ مومن کے لیے قید بھی آزادی ہے | کرب میں بھی ہے مزہ۔ غم میں بھی اک شادی ہے
حرّیت۔ ذہن کی بڑھتی ہوئی آبادی ہے | نفس قبضے میں رہے، بات یہ بنیادی ہے

قلب جن کے غمِ قالب سے جدا ہوتے ہیں
ایسے پابندِ رسن عقدہ کشا ہوتے ہیں

جس گرفتار کا ہو نفس و نفس سب آزاد | دل، ضمیر، آنکھ۔ زباں۔ فکر، سخن۔ لب آزاد
جسم زنجیر میں، اور مسلک و مشرب آزاد | قید ایسی ہو تو قیدی کا ہے مطلب آزاد

آب شفاف و مقید ہے جو دُر ہوتا ہے
جو رہے قید میں آزاد، وہ حُر ہوتا ہے

حق پرستی کے اسیروں کی نرالی ہے ادا | تختِ شاہی کا ہے سرتاج مصلّیٰ ان کا
قید خانے میں جب آتے ہیں وہ راضی بہ رضا | اعتکافِ حرمِ پاک کا پاتے ہیں مزا

مضطرب دل سے تڑپنے کی قسم لیتے ہیں
اور جو تڑپیں تو قفس توڑ کے دم لیتے ہیں

صدق و حق ان کی ہی دم سے ہے جہاں میں ہے جہاں | سلسلہ جن کے سلاسل کا ہے تارِ رگِ جاں
طوق گردن کا، ہلالِ مہِ عیدِ رمضاں | روح تا عرش رسا، جسم اسیرِ زنداں

پاسِ آدابِ وفا ہو جو نہ دلگیروں کو
یا علی کہہ کے ابھی توڑ دیں زنجیروں کو

چشمِ تحقیر سے دیکھو نہ انھیں اہلِ جہاں || کہیں وجہِ سبکی ہوتی ہے یہ قیدِ گراں
ان کی پنڈلی کو جو زنجیر نے چوما تھا وہاں || اس کی نسبت بھی یہاں غم سے رہائی کا نشاں
پاؤں میں خلق کے منت کی ہے بیڑی دیکھو
قدر بیڑی کی یہ ہے، اپنی تم ایڑی دیکھو

بندِ اخلاص ہے یہ، مکر نہیں کید نہیں || زد نہیں، رد نہیں، صیاد نہیں، صید نہیں
اس سے مخصوص کوئی عمرو نہیں، زید نہیں || قید ہو حق کے لیے، اور کوئی قید نہیں
وا ہر اک صدقِ بیاں کے لیے یہ وادی ہے
کوئی بندہ ہو کہ سلطان ہو آزادی ہے

ان اسیرانِ رہِ حق کی جو ہمت ہے بلند || کر نہیں سکتی انھیں قیدِ مصائب کی کمند
ان کو شیروں کے بھی حلقے میں جمع کر دے کوئی بند || نہ درندے کا انھیں ڈر، نہ گزندے سے گزند
وہ ڈرے شیر سے جس کے نہیں مولا حیدر
دم ہو موذی کا فنا یہ جو کہیں یا حیدر

کتنے قیدی ہیں دُرّ و لعل سے جن کو ہے گریز || حق کے اعلان میں لیکن ہے دہن گوہر ریز
تازیانے کی سزا، ذوقِ بیاں کو مہمیز || اشہبِ فکر کو روکا تو چلا اور بھی تیز
سی دیے ہونٹ، تکلم رگِ جاں کرنے لگی
کی زباں قطع، نظر کارِ زباں کرنے لگی

لطف اندوز ہیں یوں غم سے جو اربابِ ہمم || دم بدم بھرتی ہے عیسیٰ نفسی اُن کا دم
قید ہوں جرمِ قیادت میں جو پابندِ الم || حق یہ ہے ان کی اسیری سے ہے ملت کا بھرم
قیدیوں کے لیے آئین یہ آفاقی ہے
صرف اس قید میں ذلت ہے جو اخلاقی ہے

سہ کوڑا، بمعنی، نیز انظر بد سے بچائے۔

ایسے قیدی رہِ خالق میں ہوئے ہوں جو اسیر	حق کے آزاد کرانے میں ہو جن کی تشہیر
ان کو ملتی ہے دو عالم میں دوامی توقیر	سلسلہ عرش کا ہے پاؤں کی ان کے زنجیر

یہ جو قیدی ہیں، بہت جی کے کڑے قیدی ہیں
اُن میں کاظم بھی ہیں، جو سب سے بڑے قیدی ہیں

قیدیِ چاردہ سالہ ہیں جنابِ کاظم	طوق کے چاند کا ہالہ ہیں جنابِ کاظم
حریت کا جو قبالہ ہیں جنابِ کاظم	قید میں بھی شہِ والا ہیں جنابِ کاظم

غم نہیں، پاؤں سے بیڑی جو ہے مربوط کڑی
خود یہ زنجیرِ امامت کی ہیں مضبوط کڑی

عابد و باقر و جعفر کے ہیں یہ نور العین	قمرِ فاطمہ و بدرِ شہِ بدر و حنین
پرتوِ حلمِ حسن، آئینۂ صبرِ حسین	وارثِ علمِ نبی، عالمِ رازِ قوسین

شبِ اسریٰ کا اثر آج کے دن تک پہنچا
چرخِ ہفتم پہ جو چڑھا دین جوان تک پہنچا

ابنِ عمران جو وادی سے سرِ طور گئے	بہرِ دیدار لیے دیدۂ مخمور گئے
تشنۂ ذوقِ تجلی میں مگر چور گئے	تھا وہ شہ رگ سے قریب اور وہ بہت دور گئے

وہیں موسیٰ نے جو اک جلوۂ کامل دیکھا
حسنِ موسیِٰ زماں اس میں بھی شامل دیکھا

داخلِ مقصدِ بَلّغ یہ سرِ وادیِ خُم	شاملِ تکملۂ معنیِ اَکملتُ لکم
عظمت وہ کہ تعارف میں ہوئیں عقلیں گم	ہادیِ ہفتمِ اسلام تو معصومِ نہم

خطۂ ارض میں زہرا کے جو مہ پارے ہیں
فلکِ علم کے یہ ساتویں سیارے ہیں

فکر پائی تھی محمدؐ کی مگر کیا کرتے | سر اٹھانے کا بھی موقع نہ دیا اعدا نے
ابھی زنداں سے چھٹے تھے ابھی پھر قید ہوئے | اس تذبذب میں بھی جو کام کیے جم کے کیے

مر مٹے فتنۂ تحریف ابھرنے نہ دیا
کارنامہ ہے کہ اسلام کو مرنے نہ دیا

جانچنا ہو جو کسی کی عظمت کا معیار | اس کے علم و عمل و عزم کے ڈھونڈو آثار
کبھی اقوال کو پرکھو، کبھی جانچو کردار | رائے اس کی بھی سنو گل کو سمجھتا ہے جو خار

ریگِ صحرا میں جواہر بھی تو مل جاتے ہیں
کبھی کانٹوں میں بھی کچھ پھول نکل آتے ہیں

یہ نہیں ضد کہ جو ہم کہہ دیں حقیقت وہ ہے | جس کو ظالم بھی کہے عدل، عدالت وہ ہے
ہو مخالف جو گواہوں میں شہادت وہ ہے | جس کا اقرار ہو اعدا کو فضیلت وہ ہے

ہم تو اپنے ہیں، جو کہتے ہیں بجا کہتے ہیں
جو ہیں اغیار۔ انھیں دیکھیے کیا کہتے ہیں

وہ کرامت ہو کہ اعجاز نظر میں تولیں | بات منطق کی کسوٹی پہ کسیں، پھر بولیں
جو نہیں کہتے امام، ان کی کتابیں کھولیں | سبطِ جوزی کی جواہر سے بھی موتی رولیں

اک مورخ کو غرض صالح و طالح سے نہیں
عبدِ صالح، جو کہا ہے تو مصالح سے نہیں

صاف بے لاگ لکھا ہے کہ امامِ علام | تھے عبادات کثیرہ کے سبب عرش مقام
منحصر دائرہ دین میں تھی جہدِ تمام | ان کی طاعت سے منظم تھا اطاعت کا نظام

یہ مصلے پہ جو فی اللہ فنا رہتے تھے
خود تھے دنیا میں مگر پیشِ خدا رہتے تھے

؎ جواہر میں سبط ابن جوزی کا قول ہے۔

اتفاق آپ کے حالات میں یہ بھی ہے عجب | عبدِ صالح کا ملا صورتِ عباس لقب
اور بھی اک یہ تشابہ ہے دمِ غیظ و غضب | حکمِ سرور سے وہ جب حکمِ الٰہی سے یہ اب

شربتِ تلخ بہ صد شکر پیے جاتے ہیں
غصہ آتا ہے مگر ضبط کیے جاتے ہیں

کثرتِ غم سے نہ اُن کو ہے، نہ ان کو وسواس | نہ مصائب سے انھیں خوف، نہ ہے ان کو ہراس
ایک ہی خو ہے، روش ایک، مشابہ بو باس | ایک ہی شجرے کے دو پھول ہیں یہ اور عباس

خون دونوں میں علی کا ہے، پیمبر کی قسم
دونوں ہیں "بابِ حوائج"، درِ حیدر قسم

وارثِ علم ہیں یہ اہلِ ولا کے والی | گلشنِ شرعِ رسولِ دوسرا کے مالی
نسبِ پاک بھی اعلیٰ ہے حسب بھی عالی | ماں حمیدہ سی ہیں اوصاف حمیدہ والی

قولِ صادقؑ ہے سند جن کی صداقت کے لیے
کفوِ جعفر ہیں یہ کافی ہے شرافت کے لیے

عالمہ ایسی تھیں بی بی، بہ عطائے جعفر | گتھیاں علم کی سلجھائیں دمِ فکر و نظر
مسئلے کرتے تھے حل ان کی مدد سے اکثر | علما شہرِ مدینہ کے جو ہے علم کا گھر

نذرِ حق کو یہ گہر ابن حجرؒ لائے ہیں
سنگ بھی پھینکتے تھے، پھول بھی برسائے ہیں

یہ بیاں بھی ہے انھیں کا کہ جنابِ موسیٰ | علم اور فضل میں جعفر کی طرح تھے یکتا
تو وہ قائل ہے شرف کا جو ہے منکر ان کا | ہے یہ کردارِ امامت کی کرامت بخدا

دل پہ بجلی جو صواعق میں گرا دیتا ہے
موج آجائے تو شعلے بھی بجھا دیتا ہے

؎ صواعق محرقہ کے مصنف

دورِ ہارونؔ میں جب عیش و طرب کا تھا شباب
نشۂ مال تھا خواہاں کہ چلے دورِ شراب
بات اٹھائی گئی اس طرح کہ انگور کا آب
فعلِ شیطاں بھی ہے رجس بھی از روئے کتاب

نہئیؔ لیکن بہ صراحت نہیں ثابت ہوتی
کارِ بد ہی سہی حرمت نہیں ثابت ہوتی

کلکِ زرّیں سے خلافت نے لکھا اِک محضر
فقہا جتنے تھے بلوائے گئے شاہ کے گھر
دعوتیں سونے کے اوراق پہ بھیجیں لکھ کر
منھ خزانوں کے کھلے سیپ سے نکلے گوہر

بھاؤ فتووں کے بڑھے زر نے فضیلت پائی
علمِ دیں پڑھنے کی ملّاؤں نے قیمت پائی

نامہ بر لے کے ضیافت کی نویدیں جو چلا
پیشگی خلعتِ زر دوز ہوا اس کو عطا
گوشِ قاصد میں امارت نے یہ چپکے سے کہا
ہم نوازیں گے جو دربار میں آئیں علما

دستخط کر کے فقط مُہر لگا دینا ہے
مفت فتویٰ کسی مفتی سے نہیں لینا ہے

فقہِ اسلام کے اس وقت تھے جو ٹھیکیدار
سب ہوئے وقتِ مقرّر پہ شریکِ دربار
مسئلہ سن کے جو حاکم سے ہوئیں آنکھیں چار
آنکھوں آنکھوں میں ہوا حرمتِ مے سے انکار

چشمِ شاہی نے جو خلعت کا قبالا لکھا
مل کے شوریٰ کیا اجماع سے فتویٰ لکھا

سب نے کی مُہر لگی مُہرِ خموشی لب پر
ٹک گئی بیل بھی سونے کی سرِ دامنِ تر
جان پر کھیل کے بولا یہ کوئی اہلِ نظر
وہ جو قیدی ہے اسے بھی تو دکھاؤ محضر

علمِ قرآں میں جواب اس کا نہیں آیا ہے
وہ بتائے گا اگر کوئی کہیں "آیا" ہے

سہ مخالفت
عہ ہارون رشید عباسی
سہ یعنی آیت

بات معقول تھی، ممکن ہی نہیں تھا انکار | جلد لائے گئے زنداں سے امامِ ابرار
شیر، زنجیروں میں جکڑا ہوا آیا اک بار | بہرِ تعظیم کھڑے ہو گئے اہلِ دربار

علم نے بڑھ کے پکارا کہ علی آتے ہیں
بولا قرآن رسولِ عربی آتے ہیں

منبرِ بزمِ "سلونی"[1] کے جو گویا تھے خطیب | یہ بٹھائے گئے مسند پہ خلیفہ کے قریب
اس نے دکھلا کے وہ محضر، یہ کہی بات عجیب | دستخط کیجیے اس پر تو رہائی ہو نصیب

ہنس کے بولے، نہ بہاؤ ہمیں دلجوئی سے
قید میں بند نہ ہوں گے کبھی حق گوئی سے

پی گئے ہیں جو بہت مفتی بدست و خراب | اس جسارت کا ہے اعراف[2] کے سورے میں جواب
"اِنّما حرّم ربّی" سے ہے آغاز خطاب | آ گئے "والاِثم" ہے اور اِثم کا مطلب ہے شراب

راز قرآں نہ کسی مفتیِ دیں سے پوچھو
گھر میں آیا ہے ہمارے تو ہمیں سے پوچھو

[2] یہ حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے۔

کر دیا چاک یہ فرما کے وہ فرمانِ ضلال | رہ گیا گرکے خلافت کی قبا کا حمال
یہ نہ ہوتے اگر اس وقت تو کیا ہوتا حال | غضب کی طرح مئے ناب بھی ہو جاتی حلال

دورِ قرآن کا اک دورِ نیا آ جاتا
پی کے اور جھوم کے پڑھتے تو مزا آ جاتا

بوحنیفہ کا یہ ارشاد ہے کتنا دلدوز | حاضرِ خدمتِ جعفر میں ہوا جب اک روز
گھر میں مشغولِ وظائف تھے امامِ آج ہنوز | موسیِٰ وقت تھے بابا کی جگہ جلوہ فروز

پانچ چھ سال کا اس طفلِ حسیں کا سن تھا
علم و تعلیم سے مخصوص وہ بدھ کا دن تھا

[1] قول حضرت علی سلونی قبل ان تفقدونی (اے لوگو! قبل اس کے کہ تم مجھے کھو دو، مجھ سے جو چاہو پوچھ لو)

(حاشیہ صفحہ ۳۴)

عہ آٹھواں پارہ۔ سورۂ اعراف۔ آیت ۳۳

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ الخ

(ترجمہ) کہہ دے (اے رسول) میرے پالنے والے نے فحش باتیں حرام کر دی ہیں ـــــ جو اُن میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں ـــــ اور شراب اور ناحق زیادتی کو (بھی حرام کر دیا ہے)

آیت میں اَلْاِثْمُ سے پہلے فحش باتوں کا اور اَلْاِثْمُ کے بعد ناحق زیادتی کے حرام ہونے کا ذکر ہے، اور یہ دونوں گناہ ہیں۔ اس لیے بیچ میں بھی کسی ایسی چیز کا ذکر ضروری ہے جو حرام اور گناہ ہو۔

اِثْمٌ کا لفظ بمعنی شراب عربی زبان میں عام طور پر رائج ہے (دیکھیے المنجد)، نیز عرب کے سب سے بڑے فصیح "امرؤ القیس" نے [جس کا قصیدہ بطور معجزہ فصاحت کعبۃ اللہ میں (قبل نزول اِنَّا اعطینا) لٹکا ہوا تھا اور جسے حضرت علی نے بھی "ملک الشعراء" فرمایا ہے] حسب ذیل شعر میں اِثْمٌ بمعنی شراب استعمال کیا ہے۔

شَرِبْتُ الاِثْمَ حَتّٰی ضَاعَ عَقْلِیْ ۔۔۔ کَذَاکَ الاِثْمُ یَذْهَبُ بِالْعُقُوْلِ

(ترجمہ) میں نے شراب پی تو میری عقل جاتی رہی، شراب اسی طرح عقلوں کو زائل کر دیتی ہے۔

نسیم امروہوی

شہ سے اک مسئلہ کرنا تھا جو حل پیچیدہ | منتظر سوچ میں بیٹھا تھا میں کچھ رنجیدہ
گفتگو چھیڑ دی اس طفل نے وہ سنجیدہ | دل و جاں چند ہی لمحوں میں ہوئے گرویدہ

یوں میں کھویا ہوا اب اس کے ہر اک قول میں تھا
علم کے شہر میں تھا، علم کے ماحول میں تھا

عرض کی میں نے کہ اے شاہِ سلونی کہئے | بات اک دل میں کھٹکتی ہے بہت شام و سحر
کام جو کرتا ہے انساں وہ ہو خیر کہ شر | کون اس فعل کا فاعل ہے؟ خدا یا کہ بشر

ہو وضاحت، جو فقط حدِّ تقدس میں نہ ہو
کلمۂ گو کے لیے جائے کلام اُس میں نہ ہو

سن کے یہ بیٹھ گئے جم کے دو زانو موسیٰ | خطبۂ تسمیہ و حمد و ثنا پڑھ کے کہا
تین حالات سے خالی نہیں اے مردِ خدا | یا تو ہر فعل کا فاعل ہے خدا یا بشرا

یا ہر اک کام بجا لاتے ہیں دونوں مل کے
کام دیں جیسے کہ ایک، ابرہ و استر سل کے

اب جو ہر فعل کا انساں کے خدا ہے فاعل | یا ہر اک فعل میں دونوں کا اثر ہے شامل
پھر بھی انساں ہو جو ماخوذِ حسابِ کامل | اس کے معنی ہیں کہ اللہ نہیں ہے عادل

پھر وہ ظالم ہے، تو ظالم کی عبادت کیسی
حشر بے فائدہ، اور دوزخ و جنت کیسی

فعل میں اس کی جو شرکت ہو تو وحدت نہ رہے | شرک ثابت ہو۔ ہدایت کی ضرورت نہ رہے
بے ضرورت ہو ہدایت، تو رسالت نہ رہے | جب رسالت بھی ہو رخصت تو قیامت نہ رہے

نہ جزا ہو نہ سزا، دین عبث ہو جائے
خلقتِ عالمِ تکوین عبث ہو جائے

اب رہی ایک ہی شکل دہم فکر و نظر
اپنے فعلوں کا ہے خود فاعلِ مختار بشر
اگر اچھا ہے تو مل جائے گا فردوس میں گھر
ہم کو کیا، جائے جہنم میں، برا ہے وہ اگر

خیر و شر کل ہیں مِنَ اللہ یہ آئین غلط
شر جس اللہ میں ہو اُس کا تو ہے دین غلط

بو حنیفہ کا بیاں ہے کہ میں سن کر یہ بیاں
شکل تکنے لگا معصوم کی، ہو کر حیراں
اللہ اللہ یہ سِن اور یہ علم و عرفاں
حق کا فیضان، صلاحیتِ ذہنی کا نشاں

عام بندوں میں یہ اوصاف کہاں طفلی میں
علم میں پیر ہیں۔ ہمت ہے جواں طفلی میں

اب عقیدت کے مقامات سنو غیروں سے
وجد آجائے وہ حالات سنو غیروں سے
دل میں جو بات ہے وہ بات سنو غیروں سے
کرم و جود و کرامات سنو غیروں سے

حال بخشش کا کسی مرد سخی سے پوچھو
شافعیؒ بولے شفیقِ بلخی سے پوچھو

وہ یہ کہتے ہیں کہ مابینِ رہِ جادۂ حج
کھب گئی آنکھوں میں اک مردِ جواں کی سج دھج
گندمی رنگ، جبیں، ماہ جبیں، ابرو کج
ناتواں جسم اور آواز میں طوفاں کی گرج

ایک مجمع میں اسے انجمن آرا دیکھا
چاند کا تاروں کے جھرمٹ میں نظارا دیکھا

کچھ یہ کہنے نہیں پائے تھے کہ وہ مہر لقا
جسدِ پاک لپیٹے ہوئے کملی میں اٹھا
ہٹ کے انبوہ سے کچھ دور جو وہ بیٹھ گیا
بلخی سمجھے کہ شاید ہے طلبگارِ عطا

سہ امام شافعی؟

کیوں پئے زادِ سفر طرزِ گدائی سے کہے
کوئی صوفی ہے تو پھر کھل کے صفائی سے کہے

سوچ کر ایسی غلط بات بغیر تحقیق ۔۔۔ بہر تنبیہ بڑھے، گو کہ بظاہر تھے خلیق
وہ جواں سر کو اٹھا کر یہ پکارا کہ شفیق ۔۔۔ بدگمانی سے بچو یہ ہے منافق کی رفیق

یہ کہا اور اٹھا، پاؤں بڑھایا، وہ گیا
ایک جھونکا تھا ہوا کا کہ یہ آیا، وہ گیا

سن کے یہ ہو گئے بے خود بلخی سے دانا ۔۔۔ فرطِ حیرت میں بھلا بیٹھے سب آنا جانا
نام میرا ہے شفیق، اس نے یہ کیسے جانا ۔۔۔ دل میں جو بات تھی کیونکر یہ اسے پہچانا

گفتگو علمِ غیبی کا بیاں ہے گویا
یہ جواں علمِ لدنّی کی زباں ہے گویا

ان خیالات میں غرق اس کے تعاقب میں چلا ۔۔۔ تیز اتنا کہ قدم برق کے سانچے میں ڈھلا
تھا چراغ اس کے تصوّر کا جو آنکھوں میں جلا ۔۔۔ دل سے آتی تھی صدا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

روح مضطر کہ پھر اک بار زیارت ہو جائے
قرب حاصل ہو تو اللہ سے قربت ہو جائے

چلتے چلتے جو ہوا وادیِ فضّہ میں گزر ۔۔۔ اک مصلّے پہ عبادت میں پھر آیا وہ نظر
لب پہ تھا ذکرِ خدا آنسوؤں سے آنکھیں تر ۔۔۔ بید کی طرح بدن کانپ رہا تھا تھر تھر

بہہ کے رخساروں سے تا ریشِ جو اشک آتے تھے
ابرِ تن بن کے گریباں پہ برس جاتے تھے

دیر تک جب وہ جواں محوِ عبادت ہی رہا ۔۔۔ تھک کے میں بیٹھ گیا، بیٹھ کر اٹھا، ٹہلا
تھی یہ نیّت کہ یہ طاعت سے جو فارغ ہو ذرا ۔۔۔ صاف کہہ دوں کہ گنہگار ہوں میں حضرت کا

بدگمانی ہے بڑا جرم، معافی چاہوں
اشک دوں نذر میں، عصیاں کی تلافی چاہوں

سے میری طرف سے خدائے تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے
وہ علم جو بغیر واسطہ راست عطا کیا

میں جھکائے ہوئے اس فکر میں تھا فرقِ نیاز
ہوئی اِتمام بڑی دیر میں ناگاہ نماز
اس نے پھر کے مرا نام، مجھے دی آواز
یہ کہے لفظ، جو الہام، کرامت، اعجاز

"فکر پھر کیا اسے جو نیک ارادہ کر لے
بخش دیتا ہے خدا اس کو جو توبہ کر لے"

یہ سخن سن کے تو حیرت کی کوئی حد نہ رہی
یا الٰہی یہ نبی ہے کوئی تیرا کہ ولی
اس نے توبہ کو کہا، جان لی نیت میری
اس کے دل میں مرے دل سے یہ خلش کیسے گئی

دیر ہو جائے گی گر اور کسی سے پوچھوں
کون ہے؟ کیا ہے؟ یہ بات اب میں اسی کو پوچھوں

ایک لمحے میں یہ سب سوچ کے آگے جو بڑھا
اب جو دیکھا تو مصلّی تھا نہ وہ مردِ خدا
میں چپ و راستِ تجسس میں بہت کچھ دوڑا
نہ ملا وہ کہیں، اور نقشِ قدم بھی نہ ملا

نہ ہوئی منزلِ مقصد پہ رسائی میری
خضر بھی کر نہ سکے راہ نمائی میری

روز و شب دشت و بیاباں میں پھرا خاک بسر
صبح آیا نہ کہیں شام کو آیا وہ نظر
چاند نکلا مگر اس چاند کی لایا نہ خبر
مہر چمکا مری تقدیر نہ چمکی دن بھر

یاد سے اس کی تھا آباد جو تن من میرا
گرد رہ چومتی تھی دوڑ کے دامن میرا

اک کنوئیں پہ مجھے یوسف کا ہوا پھر دیدار
میں جو اس وقت بہت بھوک سے تھا زار و نزار
عرض کی اب مجھے کھانے کو ملے کچھ سرکار
بولا وہ ڈال کے کوزے میں مرے مشتِ غبار

گھول کر آب میں پی، روح مزہ پائے گی
خاک چھانے گا تو یہ ریت نہ ہاتھ آئے گی

دیکھ کر کوزے کو اب میں نے اٹھائی جو نظر | پھر تھا غائب وہ جواں صورت لیے گل تر
تھا یقیں اس کی کرامت پہ جو مجھ کو یکسر | معجزہ ریت نے پانی میں دکھایا مل کر

رو کھے پھیکے نہیں پُر لذّت و خوشبو نکلے
جب وہ لت پت ہوئے خوش ذائقہ ستّو نکلے

ایک ان ستّوؤں کا اور بھی دیکھو یہ مزا | جتنے دن حج میں رہا پھر کبھی بھوکا نہ ہوا
تھی مگر دھن وہ جواں کون ہے، یہ کچھ نہ کھلا | فکرِ دوزخ کی رہی بھوک میں جنّت بھولا

چند ہفتے تو نگاہوں میں وہ تصویر پھری
پھر کے آیا جو طواف، اب مری تقدیر پھری

ایک حلقے میں مچی شام کو تکبیر کی دھوم | موجزن حاجیوں کے بیچ میں تھا بحرِ علوم
بدرِ ذی قدر کے اطراف میں بکھرے تھے نجوم | گردِ طاعت کیے ہو جس طرح ثوابوں کا ہجوم

میں وہیں جلد لیے عشق کی مشعل پہنچا
دلِ بیتاب مرا مجھ سے بھی اوّل پہنچا

جا سکا کثرتِ مردم سے نہ میں پیشِ نظر | پوچھا اک شخص سے، یہ کون ہے کس کا ہے پسر
بولا حیرت سے مجھے دیکھ کے وہ نیک سِیَر | یہ ہیں زہرا کے قمر، جعفرِ صادق کے گہر

نظمِ دینی کے حدِ شرع میں ناظم یہ ہیں
وارثِ ختمِ رسلؐ، موسیِ کاظم یہ ہیں

اک تو ہیں آلِ نبی، دوسرے ائمّہ کے امام | تیسرے عبد وہ صالح کہ ہے غیروں میں بھی
چوتھے یہ بابِ حوائج، پئے حاجاتِ عوام | پانچویں غیظ میں ابرو پہ شکن تک ہے حرا

یہ چھٹا وصف، سدا محوِ وظیفہ یہ ہیں
ساتویں احمدِ مرسل کے خلیفہ یہ ہیں

شافعی کہتے ہیں یہ سن کے پڑھا اس نے درود
ہاتھ پھیلا کے کہا۔ شکر ہے تیرا معبود
اس کا دیدار ہوا آج، جو ہے جانِ وجود
جس کے جلووں سے یہ ثابت ہے کہ تو ہے موجود

معجزے ایسے ہیں کب عام زمانے کے لیے
یہ شرف ہیں تو محمدؐ کے گھرانے کے لیے

ابنِ حنبل کی زباں سے ہے کتب میں یہ رقم
یہ ہیں تعویذِ شفا، شافیِ مطلق کی قسم
سلسلہ ان کی روایات کا اتنا ہے اہم
دم میں ذی ہوش ہو وہ کر دیں جو مجنون پہ دم

جو مخالف ہیں امامت میں ہمہ دم ان کے
وہ بھی نقارے بجاتے ہیں مدام ان کے

تبصرے اُن کے ہیں یہ دیکھ کے شانِ مولا
فقہِ ظاہر کے ائمہ جو ہیں جعفر کے سوا
اب لے ہے ہم تو ہمارا تو ہے مسلک ہی جدا
صرف اعجاز کجا! موسیِ جانباز کجا

ناظرِ علم و کرامات، ولی کہتے ہیں
واقعات، اپنے زمانے کا علی کہتے ہیں

بعدِ احمدؐ جو مسائل تھے علی کو درپیش
تھے، گھرے ویسے ہی حالات بتیؑ بھی کم و بیش
تھا ابھی عالمِ طفلی میں وہاں مذہب و کیش
تیغ اٹھاتے اسد اللہ جو ہو کر دلریش

دینِ محبوبِ خدا نذرِ اَنا ہو جاتا
خانہ جنگی میں سب اسلام فنا ہو جاتا

اور یہاں فقہ کا جعفر نے بنایا تھا حصار
پختگی کے لیے کچھ وقت تھا جس کو درکار
کہیں ہو جاتے جو یہ خون خرابے سے دوچار
دھم سے گر پڑتی شرائع کے فہم کی دیوار

یہ حکایت اس وقت ہے — خود مسلسل جو یہ پڑتے رہے افتادوں میں
واسطے ابطا نہیں۔ — ان کی تعمیر بھی ہے فقہ کی بنیادوں میں

ایک بھی اس کا مخالف نہ خفی ہے نہ جلی | زندگی ان کی تھی سانچے میں عبادت کے ڈھلی
چن کے صادق کے گلستاں کی یہ ایک ایک کلی | پیش کرتے رہے ہر گل کا نمونہ عملی
فقہ اک موج تھی جاری جسے تھمنے نہ دیا
رنگ عباسیوں کا دین میں جمنے نہ دیا

تھی یہی وجہ خلیفہ تھے جو حضرت کے خلاف | قتل کرنا ہے انھیں۔ کہتے تھے خلوت میں صاف
فکر یہ تھی کہ اگر چھوڑ کے راہِ انصاف | خوں بہائیں گے تو امت نہیں کرنے کی معاف
کربلا کے بھی نتائج پہ نظر کرتے تھے
اور پھر فاطمہ کی آہ سے بھی ڈرتے تھے

آپ کے عہد میں جتنے بھی خلیفہ گزرے | قتل کا عزمِ مصمم تو کیا اُن سب نے
سر قلم کرنے کے احکام بھی لکھ لکھ کے دیے | مگر اُن کے یہ ارادے کبھی پورے نہ ہوئے
خواب میں خاک بسر عقدہ کشا کو دیکھا
کبھی روتے ہوئے محبوبِ خدا کو دیکھا

نیمخوابی میں محمدؐ کی سنی یہ فریاد | کیا یہی میری رسالت کا صلہ ہے جلّاد
ہو چکا ظلم سے امت کے مرا گھر برباد | کب تک آخر یہ ستم جھیلے گی میری اولاد
راحتیں سارے زمانے کی زمانے کے لیے
رہ گئی آل مری ٹھوکریں کھانے کے لیے

ظلم کیا کیا مری زہرا پہ ہوا، صبر کیا | سر پہ حیدر کے چلی تیغِ جفا، صبر کیا
میرے شبّر کو دیا زہرِ دغا، صبر کیا | میرے شبّیر کا سر کاٹ لیا، صبر کیا
کیا اسی اجر کے قابل تھی ہدایت میری
سر بازار پھرائی گئی عترت میری

میرے عابد کو کیا قید، میں خاموش رہا | سیلیاں کھائیں سکینہ نے مگر کچھ نہ کہا
دُر بھی چھینے گئے اور خون بھی کانوں سے بہا | تازیانوں کا ستم میری نواسی نے سہا

کٹ گئی عمر مری آل کی زندانوں میں
رسّیاں باندھی گئیں بی بیوں کے شانوں میں

مضطرب ایک صدی سے ہے مری نورالعین | سو برس سے مری زہرا ہے لحد میں بے چین
خلد میں بھی تھا قیامت کا بپا شورِ شین | روئے جب باقر و جعفر کو حسن اور حسین

ضبط کب تک غمِ اولاد کرے گی زہرا
عرش کانپے گا جو فریاد کرے گی زہرا

کہتے ہیں شبلی و جامیِ تاریخ نواز | سن کے فریادِ نبیؐ، آئے شقی قتل سے باز
پھر بھی کرتے رہے کاظم پہ ستم کینہ ساز | ہائے وہ بے وطنی، فاقہ کشی، قیدِ دراز

بھوک اور پیاس میں اکثر نہ غذا پاتے تھے
تازیانے کبھی کھاتے کبھی غم کھاتے تھے

تنگ و تاریک وہ حجرہ وہ محمدؐ کا قمر | روشنی کا نہ جہاں دخل، ہوا کا نہ گزر
کبھی ہوتی تھی نہ شام اور نہ آتی تھی سحر | کلفتیں شام کے زندانِ جفا سے بڑھ کر

واں ستم چند گرفتاروں پہ بٹ جاتے تھے
یہاں سب ایک ہی قیدی پہ ستم ڈھاتے تھے

گھل گیا سارا بدن اور ہوئے اتنے لاغر | دمِ سجدہ جسدِ پاک نہ آتا تھا نظر
قید خانے میں جو آتا کوئی تازہ افسر | ہو کے حیران یہ کہتا کہ وہ قیدی ہے کدھر

آدمی یاں کوئی بچہ نہ بڑا ہے دیکھو
پارچہ تو وہ مصلّے پہ پڑا ہے دیکھو

عمر بھر چھائی رہی سر پہ اسیری کی گھٹا | قید خانے میں جوانی بھی بڑھاپا بھی کٹا
مرتے مرتے غم و اندوہ کا بادل نہ چھٹا | بیڑیاں پاؤں سے اور طوق گلے سے نہ ہٹا
قید ہی میں غمِ ہستی سے یہ آزاد ہوئے
اس شرف میں شرفِ سیدِ سجادؑ ہوئے

سال بھر میں وہ ہوئے شام کے زنداں سے رہا | چودھویں سال چھٹا آپ سے زندانِ بلا
قید سے چھوٹ کے جب یوسفِ شبیرؑ ملا | پہلے زنجیر کٹی، طوق گلے سے اترا
زیست میں ان کی مگر عقدہ کشائی نہ ہوئی
طوق و زنجیر سے مرکر بھی رہائی نہ ہوئی

بیکسی ان کی رقم کرتے ہیں یوں ابنِ حجر | زہرِ بیداد سے مارا گیا جانِ شبّر
تین دن فرش پہ تڑپا یہ محمدؐ کا جگر | بیڑیاں پہنے ہوئے قید سے نکلا مرکر
کلمہ گو بیٹھے رہے۔ دفن کو حمال آئے
پلِ بغداد پہ لاشے کو یونہیں ڈال آئے

اور بھی حکمِ ستمگار سے ڈھایا یہ غضب | ایک تختے پہ رکھا لاشۂ سلطانِ عرب
کھینچتے پھرتے رہے کوچہ بہ کوچہ اسے جب | فاطمہ رو کے پکاریں یہ بصد رنج و تعب
ہائے تاریک ہے اب سارا جہاں نظروں میں
پھر گیا لاشۂ مسلم کا سماں نظروں میں

شور و غل سن کے سلیمان محل سے نکلا | حال تب موسیِٰ کاظم کی شہادت کا سنا
اپنے بیٹوں کو ندا دی کہ ارے تکتے ہو کیا | چھین لو لاشۂ مولا سے غریب الغربا
جان پر کھیل کے تب اس کے جگر بندوں نے
لے لیا کاندھوں پہ تابوت کو فرزندوں نے

شیر جو ٹوٹ پڑے بھاگ گئے دشمنِ رب — کی سلیماں نے منادی کہ غیورانِ عرب
ہائے مارا گیا وہ شاہ، بہ صد رنج و تعب — جس کے نانا ہیں نبیؐ، موسیٰ کاظم ہے لقب
سن کے یہ آہوں کے نعرے جگروں سے نکلے
سر کھلے شہ کے عزادار گھروں سے نکلے

غسلِ میّت کو جو تختے پہ اتارے گئے شاہؑ — زیرِ ملبوس تھی زنداں کی نشانی ہمراہ
ہائے وہ طوقِ گراں اور وہ زنجیریں آہ — جسمِ مردہ کے یہ زیور ہیں شقاوت کے گواہ
لوگ کہتے تھے مسلماں وہ شقی کیسا ہے
جس نے زنجیروں میں لاشے کو جکڑ رکھا ہے

قبر کھودی گئی کفنائے گئے شاہِ حجاز — سب محبّوں نے پڑھی شہ کے جنازے کی نماز
اک جوانِ مدنی جس کے تھا لہجے میں گداز — وضع میں، قطع میں، اولادِ نبیؐ کے انداز
سب نے دیکھا کہ وہ منہ آنسوؤں سے دھوتا ہے
دم بدم وا ابتا کہتا ہے اور روتا ہے

قبر میں ان کو اتارا تو بہ صد شیون و شین — کسی بی بی نے کہا۔ ہائے مرے نور العین
اس کو دیکھا نہ کسی نے بھی، سنے سب نے یہ بین — اے مرے کاظم مظلوم، عزادارِ حسین
یہ خبر سن کے بھتیجے میں جو گھبرائی ہے
تیری دادی تجھے رونے کے لیے آئی ہے

بس نسیم چمنِ عترتِ محبوبِ قدیر — فرضِ گریہ کا ادا کر چکے مولا کے فقیر
مطمئن کیوں نہ ہوں آج کے اب قلب و ضمیر — مرثیے سات اماموں کے ہوئے شکل پذیر
ماہِ تاباں ہیں نہ خورشید، نہ مہ پارہ ہیں

ورثۂ صاحبِ ہجرت ہے غریب الوطنی | جو صفی سے ہے وہ صفوت ہے غریب الوطنی
بدلِ گلشنِ جنّت ہے غریب الوطنی | ابتدائے وطنیّت ہے غریب الوطنی

گو کہ محرومیِ تقدیر سے برہم نکلے
بستیاں بس گئیں جب خلد سے آدم نکلے

جادۂ منزلِ عظمت ہے غریب الوطنی | چشمۂ زمزمِ خُلّت ہے غریب الوطنی
ہاجرہ کے لیے رحمت ہے غریب الوطنی | نسل کے حق میں امامت ہے غریب الوطنی

عرش سے بہرِ خلیل اللہ ہی جامہ آیا
شام سے نکلے تو ملبوسِ اماما آیا

یوسفِ مصرِ نبوّت ہے غریب الوطنی | ملکۂ شوق کی عظمت ہے غریب الوطنی
مدنیّت کی علامت ہے غریب الوطنی | خود مدینے کی سکونت ہے غریب الوطنی

لطفِ تبلیغ، حیاتِ مدنی میں آیا
اوجِ پر دین، غریب الوطنی میں آیا

نوحِ طوفانِ مصیبت ہے غریب الوطنی | جُودیِ عہ کشتیِ رحمت ہے غریب الوطنی
موسیٰ وادیِ غربت ہے غریب الوطنی | غرقِ فرعون کی حکمت ہے غریب الوطنی

سہ ڈیڑھ سکون پڑھیے نظم میں تسکین متحرک درست ہے۔

گل بکف سے روشِ گلبدنی سیکھی ہے
ہم نے قرآن سے غریب الوطنی سیکھی ہے

عہ وہ پہاڑ جس کی چوٹی پر سفینۂ نوح ٹھہرا تھا۔

کُل عناصر جو ہیں گردش میں مثالِ دوراں | اسی گردش کے سبب روحِ عمل ہے رقصاں
آگ، خاک، آب، ہوا، گاہ یہاں گاہ وہاں | مہر و مہ کیا ہیں غریب الوطنِ دورِ زماں

رات اس وقت جہاں ہم ہیں یہاں ہوتی ہے
چند ساعت ہیں جہاں دن ہے وہاں ہوتی ہے

اسی قانون سے ہے باغِ جہاں کی تنظیم | آمد و رفت بہاروں کی ہے اک رسمِ قدیم
عطرِ گلشن جو لیے پھرتی ہے عالم میں شمیم | نکہتِ گل ہے مسافر بہ سرِ دوشِ نسیم

شام ہے ایک جگہ، اس کی سحر ایک جگہ
باغ لٹ جائیں یہ رک جائے اگر ایک جگہ

واہ کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے | ایسے ہی عزم سے خیبر شکنی ہوتی ہے
صدمۂ ہجر سے گو جاں پہ بنی ہوتی ہے | روح لیکن انھیں زخموں سے غنی ہوتی ہے

شوق میں پھولتی ہے سانس، نہ دم چڑھتا ہے
جتنے بڑھتے ہیں قدم، اتنا ہی دم بڑھتا ہے

دل جو زندہ ہیں تو پیہم یہ سفر جاری ہے | سلسلہ دید کا تا حدِّ نظر جاری ہے
کاروانِ ابدی شام و سحر جاری ہے | وقت کا قافلۂ فتح و ظفر جاری ہے

پائی یوسف نے حکومت جو وطن سے نکلے
جڑ گئے تاج میں موتی جو عدن سے نکلے

عہدِ تہذیب کی تاریخِ ترقی ہے گواہ | کہ غریب الوطنی نصرتِ کامل کی ہے راہ
کُنجِ عزلت نہیں انساں کے لیے جائے پناہ | گھر سے نکلے تو کشادہ ہو درِ عظمت و جاہ

ذوقِ اقدام ہو رخصت جو قدم رک جائے
عزمِ پرواز ہو محکم تو فلک جھک جائے

سفرِ شوق کا ارماں ہے غریب الوطنی | طلبِ خیر کا ساماں ہے غریب الوطنی
وطنِ مردِ مسلماں ہے غریب الوطنی | خضر و الیاس کا ایماں ہے غریب الوطنی

یہ جو تا حشر ہیں خشکی و تری کے مالک
رہ نوردی سے ہوئے راہبری کے مالک

راہِ غربت میں جو اٹھتا ہے مسافر کا قدم | فاصلے ہوتے ہیں طے، کون و مکاں اک دم
اس سفر میں جو کہیں پشت کبھی پیری سے ہو خم | عزم و ہمت کی جوانی ہے زلیخا کی قسم

کوئی دو ایک نہیں لاکھ مسافر ہیں گواہ
دور کیوں جاؤ حبیب ابنِ مظاہر ہیں گواہ

نخلبندِ گلِ مقصد ہے غریب الوطنی | مُلکِ تبلیغ کی سرحد ہے غریب الوطنی
ہم کو میراثِ اب و جد ہے غریب الوطنی | سنّتِ دینِ محمدؐ ہے غریب الوطنی

اس کا فوری تو اثر خیر وَرا سے پوچھو
دور رس ہیں جو نتائج وہ رضا سے پوچھو

آج ڈالے کوئی ایران کے مسلک پہ نظر | کس کی تبلیغ کا راسخ ہے عقائد میں اثر
اک غریب الوطن آیا تھا بہ نامِ حیدر | نصب ملتے یوں ہیں اب تک علم اس کا گھر گھر

حرب و یلغار سے تن فتح کیے دنیا نے
علم و اخلاق سے دل جیت لیے مولا نے

زیبِ تن صدق کا جامہ ہے تو پیرایۂ حق | شمعِ دیں، مہرِ ہدا، نورِ خدا، سایۂ حق
سر پھرے چاہے نہ مانیں انھیں سرمایۂ حق | میں تو قرآن اٹھا لوں کہ یہ ہیں آیۂ حق

چپ رہیں جب تو سراپائے رضا ہیں گویا
بول اٹھیں تو رسولِ دوسرا ہیں گویا

نورِ ہی نور ہے، ظاہر ہو کہ ان کا باطن   ان پہ جولا ئے رہ ایمان وہ کب ہے مومن
یہ بہ تائیدِ خدا، خلقِ خدا کے محسن   ہر مسافر کی حفاظت کو امام ضامن

اس کا آسیب ہے رد، چشمِ بلا، جادو بند
مل گیا ان کی ضمانت کا جسے بازو بند

شاملِ آل، بہر حال، یہ ہمنامِ خدا   بھیجتے سب ہیں درود ان پہ دمِ صلِّ علیٰ
مستحب جن پہ سلام، ایسے غریب الغربا   عونِ خالق سے معینِ ضُعفا و فقرا

مالکِ روزِ جزا خلق کے مختار بھی ہیں
جب تو فریادرسِ شیعہ و زُوّار بھی ہیں

ان کے مشہد کی فضائیں ہیں کچھ ایسی مانوس   آستانِ رضوی گھر ہے یہ ہوگا محسوس
کیوں نہ ہو روشنیِ دیدہ و دل ان کا طوس   ان کے نانا ہیں جو وَالشَّمس تو یہ شمسِ شموس

کتنے سورج ہیں کہ ضَو ریز ہیں ان کے گھر پر
ایک خود، صلب میں چار، آٹھ کا سایہ سر پر

ان کے مشہد کی زمیں زیرِ فلک عرش بریں   رحمتِ حق کا احاطہ ۔ حرمِ قبلۂ دیں
یوں ہے اس برج میں یہ بدرِ شبِ قدر مکیں   جس طرح سینۂ جبریل میں قرآنِ مبیں

تربتِ پاک ہے اس نور کے گنجینے میں
جلوہ اللہ کا توحید کے آئینے میں

خط جہاں کھینچ دیا تھا وہیں پائی ہے لحد   قبر بھی ان کی بنی، علمِ لَدُنّی کی سند
معرفت جس کی ہے شرطِ کلمہ، تا بہ ابد   وہ تشہد کا ضمیمہ ہے یہ ان کا مشہد

یہ شرف خود سے نہیں عرش کی سرکار سے ہے
علم سے، عزم سے، اخلاق سے، ایثار سے ہے

؎ یعنی ایک رسول اور سات ائمہ

پاسباں علم نبی کے یہ امامِ ازلی | شمعِ تاویل کی ضَو، سِرِّ خفی، نورِ جلی
خود ولی ابنِ ولی ابن ولی ابن ولی | جدِّ اعلیٰ بھی علی، جد بھی علی، خود بھی علی
زندگی کی ہے بسر خلق کی غمخواری میں
آٹھویں پشت ہے اسلام کی سالاری میں

سیر میں سات اماموں کی جو ہیں پیشِ نظر | تجربہ ہے کہ بچیں وقت کی زد سے کیونکر
یہ بھی ظاہر ہے کہ دنیا ہے عدو سر تا سر | یہ بھی ہے علم۔ ہمیں علم کے در کی ہیں سپر
وہ بھی معلوم ہے مرضی جو حکومت کی ہے
داؤں ہے حق کے خلاف، آڑ خلافت کی ہے

کانٹے مخلوط ہیں پھولوں میں تو کانٹوں میں ہیں پھول | سارا ماحول ہے لاحول ولا نامعقول
ان مناظر کے بیاں کو جو دیا جائے طول | شہر آشوب بنے مرثیۂ آلِ رسول
کام مداح کو کیا ملتِ خود کام سے ہے
بحث اسلام سے ہے، حافظِ اسلام سے ہے

خانہ جنگی سے جو ابتر تھا خلافت کا نظام | بعد کاظم کے رہے قید سے محفوظ امام
محو تھے جنگ میں ہارون کے اخلافِ کرام | آ گیا کام لڑائی میں امینِ ناکام
اب ہوا امن کہ مامون نے فرصت پائی
بھائی کو مار کے بھائی نے خلافت پائی

رخ پھرا فطرتِ بیداد کا مولا کی طرف | خدمتِ پاک میں آئے سُفَرا مکر بہ کف
لائے پیغام کہ اے لختِ دلِ شاہِ نجف | ہے خلیفہ کو وہ تسلیم جو شہ کا ہے شرف
حق کی توفیق سے حقدار کا حق یاد آیا
جس کو بھولی تھی خلافت وہ سبق یاد آیا

ہو اجازت تو یہ اعلان کریں جا کر ہم | اب ولیعہد ہیں مامون کے مولائے امم
منھ کو تکنے لگے یہ سن کے امام اکرم | ہنس کے کہتی تھی حقیقت کہ ارے یہ دم خم!

خاکِ پا بھی وہ نہیں جس کے ولیعہد بنیں
جو خدا کے ہیں ولی، کس کے ولیعہد بنیں

کر کے کچھ دیر سکوت آپ نے ارشاد کیا | تخت اور تاج کجا، آلِ شہِ پاک کجا
یہ خلافت اگر اللہ نے کی اس کو عطا | بخش دے پھر وہ کسی اور کو حق ہے اسے کیا

منتقل حق کی خلافت ہو یہ دستور نہیں
گر ہے خود ساز تو سازش ہمیں منظور نہیں

یہ جواب آپ سے پا کر ہوئے واپس سُفَرا | پڑ گیا فکر میں سن کر جسے مامون ذرا
دل میں پھر فوجِ خیالات نے باندھا جو پرا | سازشی ذہن تھا، انکار سے حضرت کے ڈرا

کر لیا عزم کہ اب صاف بتا دینا ہے
خوف کے آئنے میں قید دکھا دینا ہے

یہ بھی کہنا ہے کہ اب آپ نہ آئیں گے اگر | ہم بہ اعلان کہیں گے یہ حقیقت گھر گھر
التجا ہم نے تو خود کی تھی کہ آئیں سرور | حاکمِ شرع ہیں حضرت، صفتِ پیغمبرؐ

دین کے نہج پہ تنظیمِ خلافت کیجے
وقت آیا ہے، ادا فرضِ امامت کیجے

وجہ جو کچھ بھی ہو، تشریف نہ لائے جو حضورؐ | قوم کا جرم، نہ کچھ اس میں ہمارا ہے قصور
یہ ہے تسلیم کہ غافل رہے اسلاف ضرور | ہاں مگر اب تو ہے بیدار خلافت کا شعور

حق ہے اس کو نگہِ عفو سے دیکھا جائے
صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے

لے کے آئے جو یہ پیغام مکرر سفرا | سن کے بولے یہ رضا خیر جو خالق کی رضا
شہ کو معلوم تھا انجام مگر سوچ یہ تھا | جائیں تو خود ہوں فنا، ٹھہریں تو اسلام فنا

کر لیا فیصلہ، ملبوسِ قضا پہنیں گے
موت کے ہاتھوں سے اب تاجِ بقا پہنیں گے

ہو کے دلشاد، گئے دارِ خلافہ کو سفیر | یاں رضا دیکھ چکے تھے جو بہ امرِ تقدیر
لوحِ الہام پہ اس مکر کی پوری تصویر | بھر کے اک آہ اٹھے ہو کے ملول و دلگیر

وقت کہتا تھا کہ امت کی بھلائی ہوگی
دل تڑپتا تھا کہ نانا سے جدائی ہوگی

مضطر و مضطرب الحال و پریشان و حزیں | جد کے روضے پہ گئے زار و نزار و غمگیں
اشک آنکھوں میں بھرے خاک بسر، چیں بجبیں | لب پہ نوحہ کہ مدد کیجیے اے سرورِ دیں

دشمنِ جاں ہوئی بے وجہ خدائی نانا
قبرِ اطہر سے بچھڑتا ہوں دوہائی نانا

ہاتھ پھیلا کے سوئے قبرِ رسول الثقلین | یوں بڑھے، آخری رخصت کے لیے جیسے حسین
گر پڑے روضۂ پرنور پہ ہو کر بے چین | جیسے آئی یہ صدا، ہائے مرے نور العین

میرے مظلوم پسر، میرے مسافر بیٹا
صبر، بس صبر، خدا حافظ و ناصر بیٹا

جانِ شبیر ہو تم بھی تو مرے لختِ جگر | کربلا یاد کرو۔ دل کو سنبھالو دلبر
ساتھ ناموس، نہ بچے کہ ہو لٹ جانے کا ڈر | بے ردائی کا نہ کھٹکا، نہ اسیری کا خطر

بن کے قیدی تو نہ دربار میں جانا ہوگا
نہ تمھیں راہ میں دُرّہ کوئی کھانا ہوگا

ان حوادث کا تصوّر جو نگاہوں میں پھرا | رُک کے رخصت ہوئے روضے سے پیمبرؐ کے رضا
اُس طرف بزمِ خلافت میں جو پہنچے سُفَرا | پیشوائی کا امامت کی سرانجام ہوا
شاہراہیں صفتِ نخلِ چمن سجنے لگیں
وردیاں چار طرف، دم بہ دم، بجنے لگیں

شہ مدینے سے بڑھے سوئے خراسان چلے | یوں چلے، جیسے نبیؐ کا کوئی فرمان چلے
بہ طمانیتِ کامل جو بہ صد شان چلے | بن کے ایران کی تقدیر کا عنوان چلے
راہِ خالق میں جو اُڑتا ہوا رہوار چلا
ہر قدم، شہپرِ جبریل کی رفتار چلا

تا کرے عزم کو راکب کے سفر سے پہلے | خود بخود پاؤں اٹھا، جنبشِ سر سے پہلے
جا کے منزل پہ رُکا، تیرِ نظر سے پہلے | علمِ باری میں گیا، دل کی خبر سے پہلے
جس نے رہوارِ حسین کو سرِ جادہ دیکھا
شکلِ توسن میں مشیّت کا ارادہ دیکھا

راہِ بصرہ سے سفر میں تھی جو کچھ مجبوری | شرعؑ کا رخ تھا، سوئے شارعِ نیشاپوری
شہر کی حدِّ ترخُّص سے ابھی تھی دوری | بھر گئی تھیں مگر اصحاب سے راہیں پوری
دھوم تھی آمدِ شہ کی جو ہوا خواہوں میں
فرش بچھتے تھے نگاہوں کے گزرگاہوں میں

دل میں یہ بس گئے تھے، گو ابھی بستی سے تھے دور | جس طرح رُوح میں ہے شاہدِ غیبی کا ظہور
کم وہ آنکھیں تھیں یہاں جن میں امامت کا تھا نور | پاک تھا نیشِ عقارب سے مگر نیشاپور
کلمہ گویوں میں تھے غل۔ لطف و عطا سے آئے
حضرتِ احمدِ مرسلؐ کے نواسے آئے

عہ مستعار لہ امام رضاؑ
سہ یعنی امام ماننے والے کم تھے
٭ بعض لوگ طاہت بولتے ہیں
غلط ہے اور اہل علم بولتے نہیں

معنیِ مصحفِ رب، مقصدِ آل آتے ہیں | دی فلک نے یہ ندا، ماہِ کمال آتے ہیں
بولا سورج کہ بصد جاہ و جلال آتے ہیں | علم کہتا تھا، درِ علم کے لال آتے ہیں
کہہ کے قرآن بچھی یہ، راہ گزر میں آیا
لو وہ آتا ہے یہیں جس شخص کے گھر میں آیا

زاہد و متقی و حبر و فقیہ و ابرار | آجر و تاجر و صناع و ادیب و فنکار
آسماں جاہ و فلک قدر و شریکِ دربار | عاشقِ یوسفِ کنعان رسولِ مختار
لاکھ مردانِ حُر آئے تھے غلامی کے لیے
شورِ تکبیر کی نوبت تھی سلامی کے لیے

تھی جو یہ دھوم کہ آتے ہیں نبیؐ کے پیارے | حق کے بندے نکل آئے تھے گھروں سے سارے
مجتمع اس قدر اسلام کے تھے مہ پارے | اپنی قلت سے خجل ہو کے چھپے تھے تارے
جمگھٹا وہ نئے توحید کے مستانوں کا
اک سمندر تھا ابلتا ہوا انسانوں کا

ایک بڑھتا تھا جو رستے میں تو اک اڑتا تھا | ایک پر ایک سرِ راہ گرا پڑتا تھا
اٹھنے پاتا تھا نہ پھر، پاؤں جہاں گڑتا تھا | آگے کی ایڑی سے، پیچھے کا قدم لڑتا تھا
یا نبیؐ کہتے تھے جب پانو نہ اٹھ پاتے تھے
یا علیؑ کہتے تھے اور بڑھتے چلے جاتے تھے

وہ گروہِ علما، علم و فضیلت بہ کنار | شکلِ انساں میں شریعت کے رموز و اسرار
حافظوں اور فقیہوں کے سوا وقتِ شمار | صرف راوی تھے احادیث کے ۳۴ ہزار
تھے جو اس فن کے امام، ایسے نمازی آئے
ان سے راضی ہو خدا حضرتِ رازی آئے

Presented by Ziaraat.Com

تھا یہ جذبہ کہ احادیثِ رسولِ خوش ذات جن کے ابلاغ کا اُس وقت ذریعہ تھے رُوات
اُن روایات کے اصلی و حقیقی کلمات اس کے منہ سے کبھی سنیں جس کے ہے نانا کی یہ بات

منعِ قرطاس کے حالات جو سن پائے تھے
گھر سے ہمراہ وہ قرطاس و قلم لائے تھے

جانبِ شہرِ مدینہ سے جو آتی تھی سڑک لے چلی سب کو اُدھر، دردِ محبت کی کسک
راہبر، ولولۂ شوق و تمنا کی لَلک ہر قدم تیز رواں، عطر کی جس طرح مہک

اک قدم شاق تھا رکنا جو طلبگاروں پر
پھول کی سمت تھے رخ اور قدم خاروں پر

دل میں آمد کا تصور کبھی کر کے دیکھا جام آنکھوں کے نئے شوق سے بھر کے دیکھا
کبھی پنجوں پہ کھڑے ہو کے، ابھر کے دیکھا ہاتھ سائے کے لیے آنکھوں پہ دھر کے دیکھا

جو قد آور تھے، وہ بڑھ بڑھ کے نظر کرنے لگے
پستہ قد، گھوڑوں پہ چڑھ چڑھ کے نظر کرنے لگے

دور تک شہر کے باہر تھا جو صحرا میں، ہجوم کُل مضافات کے قریوں میں مچی تھی اک دھوم
خیر مقدم کے سرِ دست مہیا تھے رسوم در بنائے تھے پئے داخلۂ بابِ علوم

صاف ظاہر تھا یہ رجحان کے اندازے سے
شہر میں جاتے ہیں ہوتے ہوئے دروازے سے

کتنے مشتاق تھے اور کیوں وہ بھی اہلِ نیاز اس کو اللہ ہی جانے، یہ ہیں اللہ کے راز
پہلے میں دیکھوں، یہ کہتے تھے ہر اک کے انداز شفقت کرنے کی خاطر ہوئے سائے بھی دراز

اب جو پرچھائیاں اٹھ کر سرِ دیوار چڑھیں
بیلیں اشجار کے اوپر پئے دیدار چڑھیں

شور ناگاہ نقیبوں نے مچایا اک بار | باادب اے نگہِ شوق! عزیز و ہشیار!
لو حضور آتے ہیں وہ قاطرِ اشہب پہ سوار | بوتراب آ گئے اٹھو اٹھ کے پکارا یہ غبار

غل ہوا جنت پھرے فصلِ بہاری آئی
پسرِ مالکِ رف رف کی سواری آئی

یہ صدا گونج کے تا چرخِ بریں جانے لگی | تھی جو مقبولِ خدا عرش سے ٹکرانے لگی
خلقت آئی ہوئی سب پھول جو برسانے لگی | گلِ زہرا کے پسینے کی مہک آنے لگی

مچ گیا شور۔ امام دوسرا آ پہنچے
بڑھ کے تسلیم بجا لاؤ، رضا آ پہنچے

دیدۂ شوق نے دیکھا یہ دل افروز سماں | ہر قدم راہ میں ہے مہرِ مبیں ضو افشاں
نقرئی چتر ہے، بالائے سرِ شاہِ زماں | دھوپ ہے رعب سے انوارِ جلالت میں نہاں

ہیں سواری پہ نظر سوز ہمکو کے پردے
ان سے بڑھ کر رخِ پرنور کی ضو کے پردے

پشت پر تھا پسرِ صاحبِ دلدل جو سوار | ناز سے پاؤں نہ رکھتا تھا زمیں پر ہوا
تھا صفیں چیر کے مرکب کا جو بڑھنا دشوار | بن گیا کوکبِ ثابت، جو ابھی تھا سیار

جراتِ علم نے کی جلوہ طرازی پہلے
بنی مرضی سے بڑھے حضرتِ رازی پہلے

پاس پہنچے جو سواری کے بصد شوق جناب | آ گئے بڑھ کے کئی اور محدث اصحاب
چوم کر تھام لیا باگ کو یحییٰ نے شتاب | پائی رفعت بنِ رافع نے کہ ہاتھ آئی رکاب

روئے انور تھا حجابوں میں جو مستور ابھی
یہ قریب آ گئے پھر بھی تھے بہت دور ابھی

بڑھ کے طوسیؔ نے یہ کی عرض کہ مولائے انام
سارے سرداروں کے سردار اماموں کے امام
مرکزِ عصمت و پاکیزگیِ آلِ کرام
وارثِ جلوہ گہِ طور۔ علیؔ علام

طالبِ دید ہیں سب، دلبرِ عمراں ارِنی
ارِنی اے پسرِ موسیِ دوراں ارِنی

طینتِ پاک میں شامل جو نہ تھا ردِ سوال
عرض مقبول ہوئی اٹھ گئے پردے فی الحال
برق سی کوند گئی آنکھوں میں اللہ رے جمال
دور سے دیکھ کے رخ، ہر ہوا درپۂ وال

دو محاسن تھے بہم حرفِ مشدد کی طرح
رعب حیدر کی طرح حسن محمدؐ کی طرح

وہی آنکھیں۔ وہی پلکیں، وہی ماتھا وہی
ہو بہو ویسے ہی ابرو، وہی دلکش منظر
بیچ میں گیسوئے مشکیں کے وہ روئے انور
شبِ معراج کی گودی میں مدینے کا قمر

دل پکارے کہ عجب چاند سی صورت پائی
اسی صورت پہ تو احمدؐ نے نبوت پائی

دیکھ کر اپنے پیمبرؐ کے نواسے کا جمال
سب مسلمانوں کے دل ہو گئے بیتاب کمال
کلمہ پڑھ پڑھ کے اچھلنے لگے مثلِ اطفال
وجد میں جھوم گئے چند۔ ہوا ایسا حال

کس عقیدت سے حمالوں کی طنابیں چومیں
مس کیا زین سے آنکھوں کو۔ رکابیں چومیں

بعض کرنے لگے حضرت کی سواری کا طواف
پانو چھونے لگے رہوار کے، اکثر اشراف
کچھ تھے ایسے بھی کہ با وصفِ کمالِ اوصاف
خاک پر لوٹ گئے۔ دل جو کدورت سے تھے صاف

موج میں آئے جو کچھ دجلہ و جیحوں کی طرح
چاک دامان و گریباں کیے مجنوں کی طرح

دل میں تھا ان کے جو از بسکہ لبا شہرِ علوم | ٹوٹے پڑتے تھے سواری پہ زیارت کو ہجوم
کبھی تکبیر کے نعرے کبھی صلوات کی دھوم | کلکِ تاریخ یہ کرتا تھا فضا میں مرقوم

یہ تو اپنے نہیں۔ مجمع ہے یہ بیگانوں کا
دیکھ لو آل پہ اجماع مسلمانوں کا

شور جب حد سے بڑھا، بڑھ کے پکارے علما | دوستو! ویسے تو ممدوح ہے یہ جوشِ ولا
مگر اس وقت کہ جب پیشِ نظر ہیں مولا | پاسِ آداب یہی ہے کہ ہو خاموش ذرا

شہ سے کچھ عرض کرو۔ آپ کی کچھ بات سنو
اس روایت، کو نہ بھولو کہ روایات سنو

سن کے یہ چھٹ گئی مجمع کی گھٹا، شور گھٹا | دائیں اور بائیں سواری کے وہ انبوہ ہٹا
بیٹھے آ آکے محدّث وہ، ہجوم اب جو ہٹا | کھولے اوراق، رکھے قلموں پہ قط، وقت کٹا

روشنائی کا جما رنگ۔ قلمدان کھلے
شانِ اخلاص بڑھی سینوں کے قرآن کھلے

اب مخاطب ہوئے حضرت سے جنابِ رازی | میرے لفظوں میں یہ کی عرض کہ فرزندِ نبی
اپنے نانا کی ہو ارشاد حدیث ایک کوئی | ہم ورق پر لکھیں جسے ثبت کریں، دل پر بھی

قلزمِ علم سے اک بوند عطا ہو مولا
ہم فقیرِ درِ حیدر رہیں۔ بھلا ہو مولا

جائے اس در سے یہ اب جمِ غفیر اور کہاں | مستند ایسی خبر۔ ایسے خبیر، اور کہاں
اس قدر راویِ صادق کبھی کثیر اور کہاں | آئی آواز بجز خمِ غدیر اور کہاں

بولے شہ لکھیں رُوات اور جو ہیں حفاظ سنیں
[illegible] الفاظ سنیں

Presented by Ziaraat.Com

مجھ سے کاظم نے کہا۔ آپ سے جعفر نے کہا | اُن سے یہ باقرِ اسرارِ پیمبرؐ نے کہا
ان سے ہمنامِ علی عابدِ مضطر نے کہا | ان سے شبّیر نے شبّیر سے حیدر نے کہا

لفظ حیدر سے یہ سب مخبرِ صادق نے کہے
ان سے جبریل نے جبریل سے خالق نے کہے

کلمہ دین کا جو لا سے ہے تا الّا اللہ | یہ مرا قلعہ ہے مضبوط و قوی، خاطر خواہ
جو بھی اس قلعے میں آجائے بہ قلبِ آگاہ | وہ مرے سایے میں گیا۔ اسے دی میں نے پناہ

میرے ہمسائے کو تکلیف ہو کیا ممکن ہے؟
حق کی سرحد میں عذاب آئے، یہ ناممکن ہے

کہہ کے یہ، آپ نے کھنچوا دیے پردے اک دم | ابرِ رحمت کا برستے ہی بڑھا چند قدم
پھر فرس روک کے فرمایا کہ اے اہلِ قلم | اس میں شرطیں ہیں کئی جن میں سے اک شرط ہے یہ

کلمہ گو حق سے جو امیدِ حفاظت رکھے
دم محمدؐ کا بھرے۔ ہم سے مودّت رکھے

پھر یہ فرما کے سخن۔ باگ جو لی کہہ کر ہاں | ابر ہموار ہوا۔ پھولوں کی بارش میں وہاں
وہ رواں اور عقب میں کلمہ گو تھے دواں | زینتِ طاعتِ حق جیسے ہو مابعدِ اذاں

جب وہ نظروں سے چھپے، جاتے تھے جن کے پیچھے
بڑھ گیا سیلِ رواں، رہ گئے تنکے پیچھے

کھو گئے ڈوب کے ماضی میں کچھ اصحابِ کرام | تھے تصوّر میں محمدؐ تو نظر سوئے امامؑ
دل تھا کوچوں میں مدینے کے، زباںؐ پہ یہ کلام | یا نبیِ عربی تجھ پہ ہزاروں ہوں سلام

کھل گیا۔ کتنی عقیدت کی کہاں پونجی تھی
یا علی ورد تھا ہر دل سے فضا گونجی تھی

نوٹ

——— اگر مجلس یہیں کچھ مصائب پڑھ کر ختم کرنا ہو تو
اس صفحے اور اگلے صفحے کے بند پڑھ کر باقی مرثیہ کسی اور
مجلس میں پڑھا جائے۔

اگر باقی مرثیہ بھی ابھی پڑھنا ہو تو اس صفحے اور اگلے
صفحے کے بند چھوڑ کر ان بندوں سے جوڑ ملا دیں جو ان دو صفحوں
کے بعد ہیں اور جن کا پہلا مصرع یہ ہے۔

غل عجم میں ہے رضا آج یہاں آتے ہیں

تجھ پہ ہر دم مری تسلیم ہوا ے خاکِ عجم | رکھ لیا تو نے محمد کی قرابت کا بھرم
یاد آیا یہ سماں دیکھ کے اک منظرِ غم | کربلا۔ سبطِ نبی۔ فوجِ شقی۔ ظلم و ستم
ایک قطرہ بھی دمِ تشنہ دہانی نہ دیا
دودھ پیتے ہوئے بچے کو بھی پانی نہ دیا

کلمہ گو یہ بھی تھے، اور وہ بھی مسلماں تھے مگر | ان کے پہلو میں تھے دل، اُن کے کلیجے پتھر
یہ مسافر کے قدم لینے کو آئے تھے۔ وہ سر | پھول برسے تھے یہاں اور وہاں تیغ و تبر
خانۂ دل میں یہ عترت کو بسانے والے
اور وہ گھر لوٹ کے خیموں کو جلانے والے

یہ تھے خواہاں کہ سنیں ان سے محمد کا کلام | بھیجتے تھے جسے سن سن کے درود اور سلام
خود سناتے تھے انھیں جد کی احادیث امام | تیر برساتے تھے سن سن کے مگر وہ خود کام
یہ سواری کے قدم چومتے اور روتے تھے
اُن کے رہوار کو وہ مار کے خوش ہوتے تھے

اِن کے سینے میں تھا یہ جذبۂ غیر فانی | یہ محمدؐ کے نواسے ہیں۔ بکرو مہمانی
اُن سے خود کہتا تھا ورد کے نبیؐ کا جانی | میں محمدؐ کا نواسا ہوں پلادو پانی

یہ بہ صد شوق سر آنکھوں پہ بٹھانے آئے
مار کر نیزہ وہ گھوڑے سے گرانے آئے

یہ عجم تھے تو کچھ اس کا بھی لحاظ ان کو تھا | شہر بانو کے بھی پوتے ہیں یہ زہرا کے سوا
وہ عرب تھے انھیں اس کا بھی نہ کچھ پاس ہوا | یہ رسولِ عربی کے ہیں جگر کا ٹکڑا

سختیاں جھیل کے نانا نے انھیں پالا تھا
چکیاں پیس کے زہرا نے انھیں پالا تھا

یہ تھے مشتاق کہ ہیں جانِ رسولِ عربی | ان کو دیکھا تو محمدؐ کی زیارت کرلی
سامنے اُن کے مگر آئے جو ہمشکل نبیؐ | ان کی چھاتی پہ لعینوں نے لگائی برچھی

تھے جو ماں باپ کے ارمان، انھیں خاک کیا
دخترِ فاطمہ زہرا کا جگر چاک کیا

باقی مرثیے کے لیے
دیکھیے اگلا صفحہ